علامہ فضل حق خیرآبادیؒ

اور

اُن کا ادبی ذوق

مولانا ریاض الانصاری صاحب

علامہ کی زندگی متضاد اوصاف کی حامل ہے، ادبا اور منطقیین کے درمیان ہمیشہ سے چشمک رہی ہے اس کا اندازہ مولانا محمد ادریس صاحبؒ کاندھلوی محشی مقامات حریریؒ کے اس مقدمے سے کیا جاسکتا ہے جو انھوں نے مقامات حریری پر رقم فرمایا ہے۔ لیکن علامہ اس فارسی مصرعہ کے مصداق ہیں ع

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق (حافظ)

اگر علامہ ایک طرف امام المنطق والفلسفہ علوم معقولات و منقولات کے مجمع البحرین جنگ آزادی کے ہیرو یا روح رواں تھے تو دوسری طرف ادب نوازی، سخن پروری، ادبی شعور اور شعری ذوق ان کو خدا نے بدرجۂ اتم عطا فرمایا تھا۔ اس مختصر مقالہ میں آخر الذکر عنوان پر خامہ فرسائی کی گئی ہے، اس مقالہ کا اہم جز "فضل حق و مرزا غالب" ہے کہ علامہ نے غالبؔ کو کیا دیا، اور غالب نے کس کمال عقیدت سے اسے قبول کیا۔

علامہ کے علمی مقام کا اندازہ سرسید مرحوم کی معرکۃ الآرا کتاب "آثار الصنادید اور غالب" کے فارسی خطوط (جو علامہ کے نام تحریر فرمائے یا جن کا تعلق علامہ کی ذات گرامی سے ہے نیز مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مباحثوں اور مناظروں سے کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ تذکرہ نویسوں کے تذکرے، اور خود علامہ کی تالیفات و تصنیفات

اور درس و تدریس کا پچاس سالہ سلسلہ ہے۔ آج بھی معقولات میں ہر شخص اس سلسلے کو جو ہندوستان کے سب سے بڑے معقولی اسکول خیرآباد (اودھ) سے وابستہ ہے قابل فخر و امتیاز شمار کرتا ہے۔ راقم الحروف نے اپنے استاد مولانا محمد قمرالدین صاحب گورکھپوری زید مجدہٗ کی زبان سے سنا" وہ فرماتے تھے جب علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ اور حضرت مولانا فخرالدین احمد ؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے درمیان معقولات پر بات چیت ہوتی، تو علامہ بلیاوی بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ مولوی صاحب میرا سلسلہ معقولات میں خیرآباد سے ملتا ہے اور آپ کا بھی لیکن مجھے فخر اس پر ہے کہ میرا سلسلہ ایک واسطے سے علامہ فضل حق تک پہونچتا ہے اور آپ کا دو واسطوں سے "

ماحول علامہ جس دور میں پیدا ہوئے اور جس ماحول میں آپ کی ساخت و پرداخت ہوئی وہ فارسی ادبیات کے زوال اور اردو ادبیات کے عروج کا زمانہ تھا فارسی ادبیات کے زوال کا نقشہ حالیؔ نے کھینچتے ہوئے علامہ جیسے صاحبان علم و فضل کے مذاق شعر و سخن کو خوب سراہا ہے:

"اگرچہ ہندوستان میں فارسی زبان کا چراغ مدت سے ٹمٹما رہا تھا اور فارسی شاعری کی عمر طبعی اختتام کے قریب پہنچ گئی تھی، مگر حسن اتفاق سے اس اخیر دور میں چند صاحبان فضل و کمال خاص دارالخلافہ دہلی میں ایسے پیدا ہو گئے تھے جو علم و فضل کے علاوہ شعر و سخن کا مذاق بھی اعلیٰ درجہ کا رکھتے تھے۔ ان چند صاحبوں سے میری مراد مولانا فضل حق خیرآبادی ثم الدہلوی مولانا مفتی محمد صدرالدین خاں تخلص بہ آزردہؔ، مولوی عبداللہ خاں علوی، مولوی امام بخش صہبائی، حکیم مومن خاں مومنؔ، نواب مصطفےٰ خاں حسرتیؔ، نواب ضیاءالدین احمد خاں نیرؔ، سید غلام علی خاں وحشتؔ وغیرہم ہیں۔ [1]

---

[1] یادگار غالب صـ۱۰۱۔ مطبوعہ شانتی پریس الہ آباد۔

علامہ کا ذوق شاعری

علامہ کا تعلق اس دور کے سربرآوردہ علماء و شعراء سے تھا۔ علامہ خود ایک مسلم الثبوت فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ سر سید مرحوم نے آثار الصنادید میں "انھیں فرزدقِ عہد و لبید دوراں[1]" کے نام سے یاد کیا ہے

علامہ عربی و فارسی میں شعر کہتے تھے فارسی میں فرقتی تخلص فرماتے تھے چنانچہ آپکا ایک فارسی شعر بہت مشہور ہے ؎

فرقتی در کعبہ رفتی بارہا
نا مسلماں نا مسلمانی ہنوز

آپ کے اشعار کی تعداد چار ہزار سے زائد بتائی جاتی ہے۔ اکثر اشعار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح (ستائش) میں اور بعض اشعار کفار و مشرکین کی ہجو میں کہے تھے نظمہ یزید علی اربعۃ آلاف شعر و غالب قصائدہ فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بعضھا فی ھجو الکفار[2] ـــــ نظمش از اربعہ ہزار اشعار خواہد بود۔[3] ـــــ عربی اشعار میں قصیدہ ہمزیہ، قصیدہ دالیہ (قصائد فتنۃ الہند) بہت مشہور ہیں جو علامہ نے نے بزمانہ قید جزیرہ انڈمان موزوں کئے تھے آپ عربی اشعار کی اصلاح سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے لیتے تھے۔ آپ کے شعری ذوق کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو بچپن میں پیش آیا تھا۔

"ایک مرتبہ بچپن میں ایک قصیدہ اشعر الشعراء امراء القیس کے قصیدے کے

---

[1] آثار الصنادید باب چہارم ص۶۳
[2] نزہۃ الخواطر ج ۷، ص۳۴۵ [3] تذکرہ علماء ہند ص۱۶۱

طرز پر لکھا۔ علامہ عربی اشعار حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح کو دکھایا کرتے تھے چنانچہ اس قصیدے کو بھی شاہ صاحب کے سامنے سنایا۔ شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا۔ اس کے جواب میں علامہ نے متقدمین کے بیس اشعار بطور دلیل پڑھ دیئے۔ آپ کے والد علامہ فضل امامؒ وہاں موجود تھے وہ فرمانے لگے کہ، بس حدِ ادب، لہ

علامہ کے عربی کلام کا نمونہ درج ذیل ہے۔

فوادی ھائم والدمع ھام
وسھدی دائم والجفن دام

فقلبی مافتی یجوی ولوع
ولوع فی اضطراب واضطرام

ودمع بل دم صرف جری من
یناطی ساجما ای انسجام

وطرف ادملیوزیہ غمض
ولیل سرمد ساجی الظلام

طویل لا یقاس بہ زمان
فساعتہ کشھر بل کعام

علت کواکب الجوزاء نیطت
باجفان دوام بالدوام

لہ باغی ہندوستان مرتبہ عبدالشاہد شروانی۔

حسامی حاضر والوجد باد
وجسمی ذابل والشوق نام

یرانی الحب حتی لن ترانی
فلولا انّنی جھلوا مقامی

اذاب الشوق احشائی و اودی
نطی فی اضلعی وبلاعظامی

لتھضمنی ھوی کشح ھضیم
ومال علی معدلة القوامِ

آپ کے اس ذوقِ عفیف اور فنِ لطیف کا صحیح عکس آپ کی صاحبزادی حرمان خیرآبادی میں موجود تھا۔ حرماں ایک پرگو شاعرہ تھیں لیکن ان کے اشعار زینت محفل نہ بنے بلکہ زینت خانہ ہی رہے وہ فرمایا کرتی تھیں، "میں پردے میں میرے اشعار پردے میں" ان کا ایک شعر بہت مشہور ہے

خانۂ یار کا کیا تم کو پتہ بتلاؤں [1]
جیسا مشتاق ہو نزدیک بھی ہے دور بھی ہے

یہ حرماں خیرآبادی حضرت مضطر خیرآبادی کی والدہ اور اس دور کے مشہور شاعر جاں نثار اختر کی دادی تھیں۔

علامہ اور مرزا غالب یہ حسن اتفاق ہے کہ علامہ اور مرزا کا سن ولادت ۱۲۱۲ھ ہے ہم عمر ہونے کے ساتھ ہم مزاج اور ہم پیالہ و ہم نوالہ بھی تھے ایک دوسرے کی بڑی قدر اور عزت کرتے تھے مرزا علامہ کے معتقد تلامذہ

---

[1] منقول از آثار الصنادید باب چہارم ص۶۴۔

کے عہدے سے استعفاء کے بارے میں اپنے ایک مکتوب میں اپنے دوست مولوی سراج الدین کو لکھتے ہیں اور ساتھ ہی اس خبر کو اخبار "آئینۂ سکندر" میں شائع کرنے کی درخواست بھی کرتے ہیں جس سے علامہ کی قدر و منزلت جو مرزا کے دل میں تھی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ اس خط کی چند سطور نقل ہیں۔

نہفتہ مباد کہ قدرشناسی حکام رنگ آں ریخت کہ فاضل بے نظیر والمعی یگانہ مولوی فضل حق از سررشتہ داری عدالت دہلی استعفا کردہ خود را از ننگ و عار وارہاند۔ حقا کہ اگر از پایۂ علم و فضل و دانش و کنش مولوی فضل حق آں مایہ بکاہند کہ از صد یک وا ماند، و بازاں پایہ را بسررشتہ داری عدالت دیوانی سنجیدہ۔ ہنوز ایں عہدہ دون مرتبہ وی خواہد بود [1]

ایک خط میں غالب نے علامہ کو خط نہ لکھنے کی شکایت لکھی ہے جس سے ان کے دوستانہ تعلقات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے[2]۔ اسی طرح جب غالب کو لالہ ہیرا لال کے خط کے ذریعے علامہ فضل حق کے مکان کے قریب آگ لگنے کی اطلاع ملی تو انھوں نے فوراً ایک طویل خط علامہ کے نام لکھا جس میں تمام احوال و کوائف معلوم کئے ہیں[3]

علامہ بھی مرزا کی سخن فہمی و سخن سنجی کے مداح تھے مولانا حالی نے یادگار غالب میں لکھا ہے :-

"مولانا فضل حق مرحوم مرزا کے بڑے گاڑھے دوست تھے اور ان کو فارسی زبان کا نہایت مقتدر شاعر مانتے تھے[4]

اس کا اندازہ ان سطور سے بھی ہوگا۔ جن کو حالیؒ نے بطور لطیفہ کہہ کر ذکر کیا ہے

---

[1] یادگار غالب ۲۱ [2] یادگار غالب ۲۸۲۔ [3] یادگار غالب ۳۶۰ [4] یادگار غالب ۷۵

حالانکہ یہ لطیفہ محض لطیفہ نہیں، لکھتے ہیں"

مولانا کے شاگردوں میں سے ایک شخص نے ناصر علی سرہندی کے کسی شعر کے معنی مرزا صاحب سے جاکر پوچھے، انھوں نے کچھ معنی بیان کئے، اس نے وہاں سے آکر مولانا سے کہا۔" آپ مرزا کی سخن فہمی اور سخن سنجی کی اس قدر تعریف کرتے ہیں۔ آج انھوں نے ایک شعر کے معنی بالکل غلط بیان کئے، اور پھر وہ شعر پڑھا اور جو کچھ مرزا نے اس کے معنی کہے تھے بیان کئے۔ مولانا نے کہا کہ پھر ان معنوں میں کیا برائی ہے۔ اس نے کہا کہ برائی کچھ ہو یا نہ ہو مگر ناصر علی کا یہ مقصود نہیں ہے۔ مولانا نے کہا کہ اگر ناصر علی نے وہ معنی مراد نہیں لئے جو مرزا نے سمجھے ہیں تو اس نے سخت غلطی کی[۵]

علامہ اور مرزا کے درمیان اسی قسم کے مخلصانہ تعلقات تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مرزا ہر اس اصلاح کو کمال عقیدت سے قبول فرمالیتے تھے جو علامہ اپنے ادبی شعور اور شعری ذوق کے پیش نظر کرتے تھے۔

حالی نے یادگار میں اشارۃً وکنایۃً علامہ کی اصلاحات کا تذکرہ کیا ہے۔"...

...... علامہ کی سخن فہمی و سخن سنجی کا مذاق غضب کا تھا ہمیشہ مرزا کو راہ راست پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا کو غالب بنانے میں جتنا ہاتھ علامہ مرحوم کا ہے شاید کسی دوسرے کا نہیں۔ چونکہ مرزا نے سب سے پہلے ایسی راہ اختیار کی تھی اور ایسی راہ پر جا پڑے تھے کہ شاید آج ہندوستان میں کوئی اتنا قدرداں نہ ہوتا جتنی قدر و منزلت آج غالب کی ہو رہی ہے۔ فن اور فنکار کی محنت پڑوہی و جگر کاوی رائیگاں جاتی۔ علامہ ہی کے ادبی شعور نے انھیں اس راہ پر لگایا جس کے متعلق میر تقی میر نے پیشین گوئی کی تھی کہ اگر اس لڑکے کو کوئی کامل استاد

---

[۵] یادگار غالب ۱۹۲۔

مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے رستے پر ڈالدیا تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔[1]

چنانچہ بقول حالی :- "اس پیشنگوئی کی دونوں شقیں ان کے حق میں پوری ہوئیں"[2]
لیکن علامہ جیسے صحیح المذاق وسلیم الطبع اور عبقری شخصیت کے مالک مخلص دوست نے فن اور فنکار کو بام عروج تک پہونچا کر مرزا کو لاجواب شاعر بنادیا۔

مولانا حالی رقمطراز ہیں :- "جب مولوی فضل حق سے مرزا کی راہ و رسم بہت بڑھ گئی اور مرزا ان کو اپنا خالص و مخلص دوست اور خیر خواہ سمجھنے لگے تو انھوں نے اس قسم کے اشعار پر بہت روک ٹوک کرنی شروع کی یہاں تک کہ انھیں کی تحریک سے انھوں نے اپنے اردو کلام میں سے جو اس وقت موجود تھا۔ دو ثلث کے قریب نکال ڈالا اور اس کے بعد اس روش پر چلنا بالکل چھوڑ دیا"[3]

مولانا حالی نے صراحتہً ایک شعر کی نشاندہی بھی کی ہے، مرزا نے ایک فارسی قصیدے کی تشبیب میں ایک شعر یوں لکھا تھا ؎

ہم چناں در تتق غیب نمودے دارند
بوجودے کہ ندارند زخارج اعیاں

جب مرزا نے یہ شعر علامہ کو سنایا تو انھوں نے فرمایا کہ اعیان ثابتہ کے لئے نمود کا لفظ نامناسب ہے اس نمود کی جگہ ثبوت بنا دیجئے چنانچہ طبع ثانی میں مرزا نے اسے حذف کر کے لفظ ثبوت بنادیا ؎

ہمچناں در تتق غیب ثبوتے دارند
بوجودے کہ ندارند زخارج اعیاں (غیر مطبوعہ)

---

[1] یادگار غالب ۱۰۶ [2] یادگار غالب ۱۰۸ [3] یادگار غالب ۱۰۹، ۱۱۰۔